سنتِ نبوی ﷺ اسلامی تشخص کی اساس ہے

مولانا محمد خان شیرانی
رکن اسلامی نظریاتی کونسل

مولانا محمد خان شیرانی سے ڈاکٹر سید ناصر زیدی کی گفتگو

جب ہم کسی معاشرے کی شناخت وتشخص کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو آپ اسلامی شناخت کے مسئلے کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

کائنات میں وجود ایک تو خالق کائنات ہے دوسرا کائنات ہے اور کائنات میں ایک وجود انسان ہے انسان خالق اور کائنات کے درمیان درمیانی مخلوق ہے یعنی اس کا اس کائنات کے ساتھ مادی حوالے سے اور خالق کے ساتھ روحانی حوالے سے تعلق ہے انبیائے کرام پر جو وحی نازل ہوئی ہے۔ اس کی روشنی میں انہوں نے انسان کو ان دونوں روابط سے تعبیر کیا ہے کہ انسان کے رابطے کا تعلق خالق کائنات کے ساتھ صلوٰۃ کا ہوگا صلوۃ کا معنی یہ ہے کہ کامل اطاعت وتنظیم اور کائنات کے ساتھ تعلق زکوٰۃ کا ہوگا۔ یعنی شفقت وہمدردی کی بنیاد پر سہارا دینا اور پرورش دینا۔ یہ دو اصطلاحات اکثر وبیشتر قرآن وسنت میں ذکر ہوتی ہیں اور تمام انبیائے کرامؑ کی تعلیمات کا محور بھی ہیں۔ اس کے علاوہ رکوع وسجدہ کی اصطلاح بھی ہے رکوع کا تصور اس بنیاد پر ہے کہ جس کائنات میں ہم زندگی بسر کرتے ہیں وہاں حاکمیت اللہ کی ہے اور اس کی حاکمیت کے آگے ہم نے جھکنا ہے سجدہ کا تصور اس بنیاد پر ہے۔ کہ جس مادہ اور کسب سے میں بنا ہوں یہ دونوں اللہ کے ہیں جب مادہ اور کسب اللہ کے ہیں تو میں غلام ہوں آزاد نہیں۔ ہم نماز میں سجدہ ادا کرتے ہیں اس سلسلے میں علماء کرام فرماتے ہیں کہ پہلے سجدے میں غلامی کا اعتراف ہے اور دوسرے سجدے میں یہ ہے کہ جب میں تمام دنیا سے کٹ کر صرف اللہ کی تعظیم واطاعت میں رہوں گا تو دنیا میں، بہت سی قوتیں ایسی ہوں گی جو چاہتی ہیں کہ تعظیم واطاعت میری ہو وہ تمام قوتیں میری دشمن ہوں گی اور ان کے مقابلے میں مجھے اللہ کی مدد چاہیے ہوگی کہ مجھے ان کے مقابلے میں تنہا نہ چھوڑا جائے۔ دوسرا سجدہ استقامت پر ہے یا اس تصور پر ہے کہ غلام کو آقا آزاد کردے تو وہ دنیا کے معاملات میں حصہ لے سکتا ہے لیکن میں تو غلام سے بھی گیا گزرا ہوں کیونکہ خالق کا رابطہ مجھ سے کٹ جائے گا تو میں بالکل عدم میں چلا جاؤں گا۔ یہ رکوع وسجدہ کا تصور ہے علماء کرام اس کو اس تناظر سے دیکھتے ہیں اب بنیادی نکتے صلوٰۃ وزکوٰۃ ہیں یا رکوع یا سجدہ ہیں لیکن ہر نبی کی تعلیمات میں کچھ نمایاں چیزیں ہوتی ہیں وہ نمایاں چیزیں انسان کی ظاہری وضع قطع، عبادات اور معاشرت کی سطح کی ہو سکتی ہیں۔ ہر دین کے نمایاں امتیازات ہوتے ہیں مثلاً یہود نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو اپنے ہاتھ آگے پھیلاتے ہیں تو یہ ان کا نمایاں امتیاز ہے اس تصور کی بنیاد پر کہ میں چونکہ زندگی کے اس گہرے سمندر کے کنارے پر کھڑا ہوا اور تیر کر دوسرے کنارے پر پہنچ جاؤں اب ظاہر ہے کہ تیرنے کے لیے ہاتھ پھیلانے پڑتے ہیں۔ بعض ادیان میں کھڑے رہنا صلوٰۃ ہے اور بعض میں رکوع میں رہنا صلوٰۃ ہے لیکن ہمارے ہاں قیام، رکوع اور سجدہ سب کچھ ہے یعنی سب کا مجموعہ ہے۔ جہاں تک اسلام کا تشخص ہے اس میں فرد کے لیے کچھ حدود مقرر ہیں۔ فرد کے بارے میں علماء کرام فرماتے ہیں کہ ایک فرد ہے عینی یعنی ہم اور آپ، اس کی کچھ حدود ہیں اور ایک ہے فرد اعتباری جس کو ہم معاشرہ کہتے ہیں۔ اسلام کی ہدایات جو فرد عین سے متعلق ہیں ان کو فرض عین کہتے ہیں جیسے فرض عین، سنت عین، مستحب عین وغیرہ ان کا معنی یہ ہوتا ہے کہ ہر فرد کی ذمہ داری ہے ادا کی تو بری ذمہ ہوگا اور ادا نہ کی تو بری ذمہ نہ ہوگا لیکن بعض احکام ایسے ہوتے ہیں جو کفایہ کہلاتے ہیں لیکن یہ فرد معاشرہ کے لیے ہیں کیونکہ معاشرہ مجموعی اعتبار سے فرد بن جاتا ہے۔ لہذا خلافت کا جو تصور ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے انسان کو خلیفہ بنایا۔

یعنی جانشین کے لیے وہ صفات وحدود ہونی چاہیئے جو اصل کے لیے ہوں مثلاً اللہ تعالیٰ میں دو چیزیں نمایاں ہیں ایک اختیار اور دوسرا اقتدار یعنی فیصلہ خود کرے اور فیصلوں کے نفاذ کی صلاحیت ہو اور کائنات پر گرفت کر سکے۔ فرشتوں نے سمجھنے کے لیے اس بارے میں پوچھا کہ اگر مخلوق ہوگی اور اس میں متعدد افراد ہوں گے اور ہر ایک میں اختیار و اقتدار کی صلاحیت ہوگی تو ان میں مسابقت ہوگی اور خون خرابہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے یعنی یہ میرا خلیفہ ہے اور تم لوگوں کا تعلق مادی کائنات سے نہیں ہے اور مجھے خلیفہ ایسا چاہیے جس کا تعلق مادی اور روحانی کائنات سے ہو۔ جو مجھ سے ہدایات لے اور مادی کائنات کے اصول کو دریافت کرے۔

آپ نے رکوع وسجود اور انسان کے خلیفہ ہونے کے حوالے سے بات کی لیکن اسلامی شناخت کا مسئلہ واضح نہیں ہوا۔ ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کی من حیث قوم شناخت کیا ہے؟

جب ہم شناخت کے موضوع پر بات کرتے ہیں کہ ایک شناخت فرد کی ہوتی ہے اور ایک شناخت اپنی ذات کو ظاہری طور پر بنانا ہے جسے ہم تہذیب کہتے ہیں اور تہذیب کے لیے ایک نمونہ عمل کا ہونا ضروری ہے تو ظاہر ہے اگر ایک مسلمان سر سے پاؤں تک اپنی تہذیب کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے نمونہ عمل حضور اکرم ﷺ کی ذات ہے مثلاً لباس، خورد ونوش اور نشست و برخاست کے معاملات وغیرہ لہذا نبی اکرم ﷺ کا جو لباس تھا جس میں داڑھی، پگڑی اور جبہ شامل تھے اس کے علاوہ دیگر آداب شامل تھے اگر ایک مسلمان اپنی ذات کی تہذیب کو رسول اللہ ﷺ کی ذات کے نقشہ کے مطابق بنائے گا تو وہ ان تمام چیزوں پر مشتمل ہوگی اسی طرح اگر معاشرے کے حوالے سے بات کی جائے تو معاشرے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جو خدوخال مدینہ منورہ میں تشکیل دیے تھے، وہ نمونہ ہیں جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میری اور خلفاء راشدینؓ کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھو"۔ اب ظاہر بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادات واخلاق اور ذاتی زندگی تھی وہ مسلمانوں کا تشخص ہے اور وہی تشخص مسلمان معاشرے کا بھی ہے لیکن مسلمان معاشرے کی تشکیل امام سے ہوتی ہے اب امامت کے مسئلے میں مکاتب فکر کا اختلاف ہے لیکن امامت کا جو بنیادی تصور اس پر امت کا اتفاق ہے کہ ایک معاشرہ جو اسلامی خطوط پر تشکیل ہو اس کے لیے ایک محور ہونا چاہیے اور وہ محور امام ہے۔ امام کا معنی یہ ہے کہ وہ دلیل کی بناء پر اسلامی تعلیمات کو دل ودماغ کو تسلیم کر سکے اور مذاکرہ کر سکے۔

آپ نے بتایا کہ مسلمان کو وضع قطع، خورد ونوش اور نشست و برخاست کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو مدنظر رکھنا چاہیے آپ کے خیال میں ہر معاشرے میں مسلمانوں کو ان چیزوں کو اختیار کرنا چاہیے لیکن ہر معاشرے کی ثقافتی اقدار وطور طریقے الگ ہوتے ہیں اور وقت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں ایک مسلمان کو کیا کرنا چاہیے؟

میرے خیال میں جدت اوزار اور وسائل میں آتی ہے اقدار ومقاصد میں جدت نہیں آتی ہے اور اقدار ومقاصد ہمیشہ ایک رہتے ہیں۔ پہلے ہم مادی علوم کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے تھے لیکن اب ان علوم میں ترقی کی وجہ سے زیادہ جانتے ہیں مثلاً زراعت کے طریقے پرانے زمانے میں اور تھے اور جدید زمانے میں اور ہیں لہذا جدت ہمیشہ اوزار اور وسائل میں آتی ہے۔

آپ کے نزدیک لباس داڑھی، عمامہ اقدار ومقاصد میں آتے ہیں یا اوزار ووسائل میں؟

یہ ایک شخص پر منحصر ہے کہ اس کے لیے نمونہ عمل کیا ہے ایک مسلمان کے لیے اپنی ذات کی تہذیب کو داخلی وخارجی طور پر بنانے کا طریقہ رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اے رسول ﷺ کہہ دیجیے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو" یعنی اللہ سے محبت کا ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی قدم بہ قدم اتباع ہے جس میں شخصی زندگی اور اجتماعی روش دونوں آجاتے ہیں۔ اب اگر ہمیں اللہ سے محبت ہے اور اسلام کا معنی بھی یہ ہے کہ ہم اپنی تمام صلاحیتیں اللہ کے سپرد کریں اور وہ بھی اس نہج پر جس کا طریقہ رسول اللہ ﷺ نے سیرت یا سنت کے ذریعے سے بتایا ہے تو ہمیں چاہیے کہ اس تشخص کو قائم رکھیں۔

کیا رسول اللہ ﷺ نے معاشرے میں جو کام بھی انجام دیا اس کو سنت بھی قرار دیا جاسکتا ہے؟ کیا یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے بعض کام عرب معاشرے کا فرد ہونے کی حیثیت سے انجام دیے ہوں۔ ویسے بھی تاریخ بتاتی ہے کہ لوگ آنحضرت ﷺ سے سوال کرتے تھے کہ کیا یہ دین کا حکم ہے یا آپ کی اپنی رائے ہے تاکہ اگر آپ کی اپنی رائے ہو تو ہم بھی مشورہ دے سکیں۔ ایسے موقع پر رسول اللہ ﷺ دوسروں کا مشورہ قبول بھی کرتے تھے؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ان کنتم تحبون اللہ یعنی یہاں رابطہ حاکمیت کا نہیں بلکہ محبت کا ہے اور ظاہر ہے کہ ہر محبّ اپنے محبوب کی ہر ادا کو اپنے لیے شرف سمجھتا ہے اگر ہم رابطہ محبت کی بنیاد پر رکھتے ہیں تو اس کا تصور الگ ہوگا اور اگر حاکمیت کی بنیاد پر رکھیں گے تو الگ ہوگا یہاں اسلام ہمیشہ کی طرح دلیل کی بنیاد پر بات کرتا ہے جیسے آپ نے کھانے کی بات کی رسول اللہ ﷺ نے جو ہمیں کھانے کا طریقہ بتایا ہے اس کا بنیادی تصور یہ ہے کہ انسان مقصد کچھ اور رکھتا ہے کھانا اس کی ضرورت ہے لہذا کھانا کے لیے بیٹھنا بھی اسی انداز کا ہو جیسے مسافر جلدی میں ہو اور دو زانوں بیٹھ کر کھانے کی ضرورت پوری کرے اور آگے چلے۔ اس کھانے کی نشست میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے کہ اس نشست میں تمہاری یہ جھلک ہو کہ تمہاری زندگی کا مقصد یہ نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے۔ ان ساری چیزوں کا تجزیہ کریں تو یہ تمام اخلاق اور عادات آپ ﷺ کے اس بنیادی فکر سے جوڑ کر آتی ہیں جو اللہ سے تعلق صلوٰۃ کا ہے یا مخلوق سے تعلق زکوٰۃ کا ہے اس کی دوسری مثال داڑھی کی ہے اس کے متعلق ہی سوچئے کہ داڑھی مرد کے لیے نعمت ہے یا زحمت۔ لیکن اگر کسی شخص کی پیدائشی داڑھی نہ ہو تو ساری زندگی اسے افسوس ہوگا کہ اس کی ایک مردانہ نشانی کم ہے اور وہ ہر قیمت پر کوشش کرے گا کہ اس کے چہرے پر کچھ بال آگیں یعنی یہ ڈاڑھی نعمت ہے اور اگر کسی کو بغیر کسی قیمت پر یہ نعمت حاصل ہو جائے اور وہ اس نعمت کی ناقدری کرے تو کیا اخلاقی لحاظ سے یہ فعل زیب دیتا ہے۔

آپ نے کہا کہ محبّ اپنے محبوب کی ہر ادا کو اختیار کرنا چاہتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا محبوب بھی اس چیز کا تقاضا کرتا ہے حالانکہ ہوسکتا ہے کہ محبوب کی طرف سے اس چیز کا تقاضا نہ ہو؟

جو محبت آپ کو اللہ اور رسول ﷺ سے ہے وہ محبت اندھی نہیں ہوتی بلکہ وہ دلیل کی بنیاد پر ہوتی ہے یعنی آپ کسی آدمی کی عظمت کو دلیل کی بنیاد پر سمجھ جائیں تو وہ آپ سے تعظیم کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ یہ عظمت و تعظیم دل میں بیٹھ جاتی ہے۔ علم کلام کے علماء کہتے ہیں جو ایمان آنکھیں بند کر کے تقلید کی بنیاد پر ہو، چاہے وہ بہت مستحکم کیوں نہ ہو کہ کسی دلیل سے کوئی تشکیک نہ پڑ سکے تب بھی اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس کو ایمان کہا جائے یا نہ کہا جائے۔ ایک مومن کا اپنے اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جو محبت ہوتی ہے وہ اندھی نہیں ہوتی بلکہ بصیرت کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ اس کو محبوب کی ہر ادا کے بارے میں پتہ ہوتا ہے کہ یہ حکمت کی بنیاد پر ہے۔ مثلاً آپ نے لباس کے حوالے سے بات کی لباس انسان کے تشخص کو ابھارتا ہے یعنی آپ کو باہر سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں کتنا وقار اور پردہ ہے۔ اگر آپ کا ہلکا لباس ہوگا تو آپ کی شخصیت ہلکی معلوم ہوگی اگر بھاری ہوگا تو اس کے برعکس معلوم ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ جو لباس زیب تن فرماتے تھے تو اس کے بارے میں آپ کہتے ہیں کہ وہ عرب کے ماحول کے مطابق تھا حالانکہ وہاں کا موسم گرم تھا اور رسول اللہ ﷺ کے لباس میں پگڑی، جبہ، داڑھی اور چادر شامل تھی۔ حالانکہ اس گرم علاقے میں ہلکا لباس پہننا

> رسول اللہ ﷺ نہ تو مطلقاً قومی روایات مٹانے کے لئے آئے اور نہ مطلقاً قومی روایات کی تائید کے لئے آئے تھے بلکہ جو روایات بنیادی تصور ایمان سے میل کھاتی تھیں ان کو برقرار رکھا

چاہیے لیکن ایسا نہیں ہوا اس کا معنی یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو لباس استعمال کیا اس کو اپنی امت کے لیے بھی پسند کیا بلکہ اس حوالے سے صریحاً قولی احادیث بھی موجود ہیں۔

آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جس عرب معاشرے میں رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے، ان کے لباس اور طور طریقوں کے برعکس انہوں نے اپنا لباس اور طور طریقے متعارف کرائے اور وہ معاشرتی روایات سے بالکل جدا ہو کر زندگی گزارتے تھے؟

قریش مکہ برہنہ طواف کرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا، اس کے علاوہ قریش بہت سی چیزیں خورد و نوش میں استعمال کرتے تھے ان سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا قریش کے کئی قسم کے لباس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نہ تو مطلقاً قومی روایات کو مٹانے کے لیے آئے اور نہ مطلقاً قومی روایات کی تائید کے لیے آئے تھے۔ بلکہ جو روایات بنیادی تصور ایمان سے میل کھاتی تھیں ان کو برقرار رکھا۔

ہمارے علماء کرام جو لباس پہنتے ہیں اور اس لباس کو اتباع سنت کہتے ہیں کیا معاشرے کے ہر مسلمان سے اس لباس کے پہننے کا مطالبہ کیا جائے گا۔ چاہے وہ کسی بھی معاشرے میں رہے؟

اگر مسلمان سنت کے مطابق لباس وحلیہ رکھے وہ قابل تعریف ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان اس لباس وحلیہ کو تبدیل کرتا ہے تو اس کے ذہنی رجحان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بجائے اپنے لیے نمونہ عمل کوئی اور پسند کرتا ہے۔